سجدے میں قدموں اور ایڑیوں کا الگ الگ رکھنا سنت ہے

از:　مولانا محمد اسماعیل گودھروی

استفتاء

۱۲/صفر المظفر ۱۴۳۵ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترم مفتی صاحب!

بعد سلام مسنون! بندہ کو ایک اہم مسئلہ میں تحقیق مطلوب ہے، امید ہے کہ مفصل و مدلل جواب دے کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں گے، وہ مسئلہ یہ ہے کہ کیا سجدہ میں دونوں قدموں اور ایڑیوں کا ملانا مسنون ہے؟ یا علیحدہ رکھنا مسنون ہے؟ برطانیہ کے بعض علماء کا میلان شق اوّل کی طرف ہے۔

فقط والسلام

ابراہیم پٹیل ستپونی

مقیم: برطانیہ، نزیل: ستپون، بھروچ، گجرات

الجواب: وباللہ التوفیق

حامداً ومصلّیاً ومسلّماً.... مسنون طریقہ یہ ہے کہ دونوں قدموں اور ایڑیوں کے درمیان فاصلہ رکھے اور دونوں پاؤں کی انگلیوں کا رخ بھی قبلہ کی طرف ہو، دونوں قدموں اور ایڑیوں کے ملانے کا ذکر فقہائے احناف کی کتبِ متقدمہ جیسے ہدایہ اور اس کی شروح نہایہ، عنایہ، کفایہ، بنایہ، فتح القدیر اور کنز وغیرہ میں نہیں ملتا؛ البتہ متأخرین رحمہم اللہ نے اس کو ذکر کیا ہے؛ مگر اس کا مطلب محاذات اور برابر رکھنا ہے، الصاق حقیقی (دونوں کا ملانا) مراد نہیں ہے۔

کما فی السعایة للعلامة اللکنویؒ: ومنها الصاق الکعبین وذکرہ جمع من

المأخرين وجمهور الفقهاء لم يذكروه ولا أثر له فى الكتب المعتبرة كالهداية وشروحها: النهاية والعناية والبناية والكفاية وفتح القدير وغيرها والكنز وشرحه للعينى وشرح النقاية لا لياس زاده والبرجندى والشمنى وفتاوى قاضى خان والبزازية وغيرها.... وقال خير المتاخرين شيخ مشائخنا محمد عابد السندى المدنى فى طوالع الأنوار شرح الدرالمختار قوله وإلصاق كعبيه أى حالة الركوع قال الشيخ الرحمتى مع بقاء تفريج ما بين القدمين قلت لعله أراد من الإلصاق المحاذاة وذلك يحاذى كل من كعبيه الآخر فلا يتقدم أحدهما على الآخر... قلت لقد دارت هذه المسألة فى سنة اربع وثمانين بعد الألف المئتين بين علماء عصرنا فأجاب أكثرهم بأن إلصاق الكعبين فى الركوع والسجود ليس بمسنون ولا أثر له فى الكتب المعتبرة والقول الفيصل أن يقال إن كان المراد بإلصاق الكعبين أن يلزق المصلى أحد كعبيه بالآخر ولا يفرج بينهما كما هو ظاهر عبارة الدرالمختار والنهر وغيرهما وسبق إليه فهم المفتى ابى السعود أيضا فليس هو من السنن على الأصح كيف وقد ذكر المحققون من الفقهاء أن الاولى للمصلى أن يجعل بين قدميه نحو أربعة أصابع ولم يذكروا أنه يلزقهما فى حالة الركوع والسجود وقال العينى فى البناية نقلاً عن الواقعات ينبغى أن يكون بين قدمى المصلى قدر أربع أصابع اليد لأنه أقرب إلى الخشوع والمراد من قوله عليه الصلوة والسلام الصقوا الكعاب بالكعاب إجماعهما انتهىٰ. فهٰذا صريح فى أن المسنون هو التفريج مطلقاً وإلا لقيده بحالة القيام وأن المراد بإلصاق الكعب بالكعب الوارد فى الخبر غير إلزاقهما ويؤيده ما أخرجه أبوداود وصححه ابن خزيمة وذكره البخارى تعليقا عن النعمان بن بشير قال رأيت الرجل منا يلزق كعبه بكعب صاحبه وفى رد المحتار نقلا عن فتاوىٰ سمرقند ينبغى أن يكون بين القدمين مقدار أربع أصابع وما روى أنهم الصقو الكعاب بالكعاب أريد به الجماعة انتهى وإن كان المراد به محاذاة إحدى الكعبين بالاخر كما أبدع العلامة السندى فهو أمر حق ولا بعد فى حمل الإلصاق على المحاذاة فإنه جاء استعماله فى القرب ويؤيد عدم سنية إلزاق الكعبين والمعنى الأول أى ترك التفريج بينهما أنه يلزم فيه تحريك إحدى الكعبين إلى الأخرى وتحريك عضو فى

الصلوة من غير ضرورة ليس بجائز عندهم. (جلد۲/۱۸۰-۱۸۱ سہیل اکیڈمی، لاہور، پاکستان)

الصاق حقیقی کی بات سب سے پہلے زاہدی نے مجتبیٰ میں تحریر فرمائی، پھر ان ہی کے اتباع میں قہستانی نے جامع الرموز میں اور شرح خلاصہ کیدانیہ میں اور حلبی نے غنیۃ میں اور ابن نجیم نے بحر اور ان کے تلمیذ تمرتاشی نے منع الغفار میں نقل کی ہے اور صاحب نہر اور صاحب درمختار نے صیغۂ جزم سے اسے نقل کیا ہے؛ لیکن نقل کرتے ہوئے کسی نے بھی الصاق کعبین کی مراد کو واضح نہیں کیا؛ جبکہ بعض فقہاء کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ تفریج (علیحدہ رکھنا) ہی سنت ہے۔

كما فى السعاية للعلامة اللكنوىؒ: واما الذين اوردوه فى ذكره الزاهدى حيث قال فى المجتبى برمزبط يسن فى الركوع إلصاق الكعبين واستقبال الأصابع القبلة ونقله عنه القهستانى فى جامع الرموز وفى شرح الخلاصة الكيدانية والحلبى فى الغنية وابن نجيم فى البحر وتلميذه التمرتاشى فى منع الغفار واقروه وذكره صاحب النهر وصاحب الدرالمختار على سبيل الجزم لكن لم يبين واحد منهم المراد من إلصاق الكعبين... ورأيت كلاما للشيخ محمد حيات السندى يقتضى إثبات سنية التفريج ونفى سنية الإلصاق انتهى كلامه. (جلد۲/۱۸۰-۱۸۱)

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں مولانا میرک شاہ کا جواب زیر بحث مسئلہ میں مفصل مذکور ہے، جس میں مولاناؒ رقمطراز ہیں کہ:

"بعض فقہاء کے کلام سے اور توارث وتعامل سے معلوم ہوتا ہے کہ تفریج ہی سنت ہونا چاہیے، كما فى السعايه ورأيت كلاما للشيخ الخ ان حالات کو دیکھ کر فقہاء متأخرین کی عبارت یا مؤول ہوگی یا مرجوح، طوالع الانوار شرح درمختار میں شیخ محمد عابد نے اس کی تاویل کرتے ہوئے الصاق کعبین سے محاذات کعبین مراد لی ہے اور اس میں علامہ رحمتی کے قول سے استیناس بھی کرلیا ہے... اور جن فقہاء نے اس کی تاویل کا ارادہ نہیں کیا ہے، وہ اس کو قولِ مرجوح اور زاہدی کے اوہام میں درج کرتے ہیں" الخ (۲/۲۰۳-۲۰۴)

واضح رہے کہ علامہ شامیؒ نے الصاق کو سنت لکھا ہے؛ مگر علامہ رافعیؒ نے اس کی تردید کرتے ہوئے (مذکورۃ الصدر قول کو) لکھا ہے کہ ہمارے بعض مشائخ نے اسے اوہامِ صاحب مجتبیٰ میں شمار کیا ہے۔

قال العلامة الرافعىؒ: (قول الشارح ويسن أن يلصق كعبيه) قال الشيخ

أبو الحسن السندی الصغیر فی تعلیقته علی الدر هذه السنة إنما ذکرها من ذکرها من المتأخرین تبعا للمجتبیٰ ولیس لها ذکر فی الکتب المتقدمة کالهدایة وشروحها وکان بعض مشائخنا یری أنها من أوهام صاحب المجتبی ولم ترد فی السنة علی ما وقفنا علیه، وکأنهم توهموا ذلك مما ورد أن الصحابة کانوا یهتمون بسد الخلل فی الصفوف حتیٰ یضمون الکعاب والمناکب ولا یخفیٰ أن المراد هنا إلصاق کعبه بکعب صاحبه لا کعبه مع کعبه الآخر اھ قلت ولعل الشیخ أبا الحسن لحظ إلی الآثار الواردة فی أن التراوح بین القدمین فی الصلاة مطلقاً أفضل من إلصاقهما اھ.

(تقریرات الرافعی ۱/ ۶۸ مکتبہ امدادیہ ملتان، پاکستان)

حضرت اقدس تھانویؒ نے بھی ایک سوال کے جواب میں سعایہ کی تحقیق کو راجح قرار دیا ہے، سائل نے سوال میں زاہدی کے متعلق النافع الکبیر اور الفوائد البہیہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ''وہ فقہ میں عظیم المرتبت امام تھے؛ لیکن نقل روایات میں متساہل تھے، نیز وہ عقیدۃً معتزلی تھے اور علامہ شامیؒ نے تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ میں لکھا ہے کہ زاہدی کی "الحاوی" روایاتِ ضعیفہ نقل کرنے میں مشہور ہے، جس کی وجہ سے ابن وہبان وغیرہ فرماتے ہیں کہ زاہدی کا جو قول دیگر فقہاء کے خلاف ہو اس کا اعتبار نہیں'' الخ۔ (تفصیل ملاحظہ ہو: امداد الفتاویٰ ۱/ ۲۲۲ تا ۲۲۴)

امداد الاحکام میں بھی سعایہ کی تحقیق درج فرمائی اور آخر میں یہ لکھا ہے کہ ''امام طحاویؒ نے رکوع وسجود کے درمیان فاصلے کی سنیت کی تصریح فرمائی ہے''۔ (امداد الاحکام ۲/ ۹۱-۹۲ زکریا بک ڈپو دیوبند) صاحب احسن الفتاویٰ نے بھی سعایہ کی تحقیق کو اختیار فرمایا ہے۔ (احسن الفتاویٰ ۳/ ۳۷ تا ۴۰-۴۹ تا ۵۰)

مفتی عزیز الرحمٰن صاحب عثمانیؒ نے ایک سوال کے جواب کے ضمن میں یہ بات تحریر فرمائی ہے کہ: ''بہر حال معلوم ہوتا ہے کہ اصل سنت الصاق محاذات وتسویۂ صف سے حاصل ہو جاتی ہے، اور تجربہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ رکوع اور سجود میں الصاق کعبین حقیقتاً متعذر رہے یا بہت تکلف اور دقت سے ہوتا ہے، ایڑیوں کو تو ملایا جا سکتا ہے؛ مگر تجربہ سے معلوم ہوا کہ ایڑیوں کے ملانے سے کعبین نہیں ملتے؛ البتہ محاذات کعبین پوری طرح اس میں حاصل ہو جاتی ہے، اور یہی مقصود شارع علیہ السلام معلوم ہوتا ہے جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے۔'' (فتاویٰ دار العلوم ۲/ ۲۰۲-۲۰۳ بعنوان رکوع میں ٹخنوں کا ملانا سنت ہے یا نہیں)

آخر میں ابوحنیفۂ عصر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی اس باب میں فیصلہ کن تحریر ”باقیات فتاویٰ رشیدیہ“ سے درج کی جارہی ہے، جوانشاء اللہ چشم کشا ثابت ہوگی، حضرتؒ تحریر فرماتے ہیں کہ: ”الصاق کعبین رکوع وسجود میں جیسا درمختار میں ہے، کسی کتاب حدیث سے اس کا نشان معلوم نہیں ہوتا اور چونکہ اس کی سنیت حیز خفا میں ہے؛ لہٰذا متروک ہے۔ بعض پہلے علماء کو بھی اس میں تکرار ہوا ہے، بخاری کا الصاق کعاب باہم مقتدیوں کا مراد ہے اوراس سے محاذات مقصود ہے اور اتصال وتراص صفوف، اور یہاں وہ بظاہر مراد نہیں“، فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم

”اگر سجود میں الصاقِ کعبین کیا جاوے تو توجہ اصابع رجلین الی القبلة نہیں ہوسکتا؛ مگر ہاں! جس کا سارا پنجہ پاؤں کا مساوی اور سب انگشت پا برابر مساوی ہوویں، تو مضائقہ نہیں۔ اور ایسا پاؤں تو کہیں شاذ ونادر ہوتا ہے، تو اب حقیقی معنی الصاق میں توجہ اصابع الی القبلة فوت ہوتی ہے، تو بظاہر یہ مراد نہیں، اگر محاذات پر حمل کیا جاوے تو رکوع وسجود کی خصوصیت کیا ہے، یہ قیام کی سنت ہونی چاہیے؛ مگر یہ معنی مراد نہیں ہوسکتے؛ کیونکہ شامی سجدہ کی بحث میں کہتا ہے، قدمنا أنه ربما يفهم منه أن السجود كذلك، إذ لم يذكروا تفريجها بعد الركوع فالأصل بقاؤهما هنا كذلك الخ

ترجمہ: اس سے پہلے ہم کہہ چکے ہیں، کبھی کبھی اس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ سجدے بھی اس طرح ہیں؛ کیوں کہ ان دونوں کو رکوع کے بعد کھولنے کا ذکر نہیں، تو اصل ان کا یہاں اس طرح باقی رہنا ہے۔

سوتفریج کے مخالف الصاق مراد رکھتے ہیں اور وہ معنی حقیقی کے مراد ہونے پر دال ہے، اور اس الصاق کی کہیں سند نہیں ملی، پہلے بھی تحقیق کیا تھا“۔ فقط (مکتوبات بنام مولانا خلیل احمدؒ مکتوب نمبر ۳۴)

محدث کبیر حضرت اقدس مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری دامت برکاتہم حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ: (قولہ سوتفریج) یہ بحث کا خلاصہ ہے کہ جولوگ الصاق کعبین کے قائل ہیں اور تفریج (کشادہ رکھنے) کے مخالف ہیں، وہ اِلصاق کے حقیقی معنی مراد لیتے ہیں، صرف محاذات مراد نہیں لیتے اور اِلصاق حقیقی کی کوئی دلیل نہیں؛ بلکہ طحاوی باب التطبيق في الركوع میں تفریق کے افضل ہونے کی صراحت ہے۔ (باقیات فتاویٰ رشیدیہ ص: ۱۷۱-۱۷۲)

اب آخر میں یہ بات رہ جاتی ہے کہ بعض احادیث میں ”فوجدته ساجدًا راصاً عقبيه“ کے الفاظ ایڑیوں کے ملانے پر صراحتاً دلالت کرتے ہیں، تو اس کا جواب یہ ہے کہ الفاظ کی یہ

زیادتی شاذ ہے، جو قابل استدلال نہیں ہے، اس سلسلہ کا تحقیقی کلام فتاویٰ دارالعلوم زکریا (جنوبی افریقہ) سے درج کیا جارہا ہے، صاحب فتاویٰ مفتی رضاء الحق صاحب مدظلہ رقمطراز ہیں کہ: یہ حدیث مختلف طرق کے ساتھ مختلف کتب میں مذکور ہے؛ لیکن یہ الفاظ ”فوجدته ساجداً راصاً عقبيه“ صرف یحییٰ بن ایوب نقل کرتے ہیں اور دوسرے ثقات کی مخالفت کرتے ہیں؛ لہٰذا یہ زیادتی شاذ ہے۔

حدیث کی تحقیق ملاحظہ ہو:

یہ حدیث درج ذیل کتابوں میں مذکور ہے:

(۱) الاسناد الاوّل: ابن خزيمة (٦٥٤) ابن حبان: (١٩٣٣) شرح معانی الآثار: (٢٣٤/١) الحاكم: (٢٢٨/١) البيهقی فی الكبير: (١١٦/٢) ابن عبد البر فی التمهيد: (٣٤٨/٢٣) واسناده عند جميعهم من طريق سعيد بن ابی مريم عن يحيٰى بن ايوب عن عمارة بن غزية عن ابی النضر عن عروة عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها.

سعيد بن ابی مريم	متفرد	
يحيٰى بن ايوب	علل الذهبی احاديثه. رد احمد روايته فی الوتر ليس بذلك القوی. قال ابوحاتم: لا يحتج به وقال النسائی: ليس بالقوی وقال الدارقطنی: فی حديثه اضطراب.	المستدرك: ٢٠١١/٢. المستدرك: ٩٧/٣. الضعفاء للعقيلی: ٢١١. تنقيح التحقيق ١٩٣/٢. ميزان الاعتدال ٣٦٣/٤.

ولفظه راصاً عقبيه عن الكل، يحيٰى بن ايوب ليس بذلك القوی وخالف الاقوی هنا فشذت روايته.

(٢) الاسناد الثانی: رواه مسلم: (٣٥٢/١) واحمد: (٨٥/٦، ٢٠١) و ابوداؤد: (٥٤٧/١) والنسائی: (١٠٢/١) وابن عبدالبر: (٣٤٩/٢٣) عن:

ابو اسامة	ثقة	لسان الميزان
عبيد الله بن عمر	حجة من العدول	بيان مشكل الآثار تحفة الاحوذی ٢٤٠/٣
محمد بن يحيٰى بن حبان	ثقة	التاريخ الكبير

الاعرج	ثقة	الاكمال
ابو هريرة رضى الله عنه	الصحابى	

ولفظه عند الكل "فوقعت يدى على بطن قدميه".

(٣) الاسناد الثالث: رواه مالكؒ: (١/٢١٤) والترمذى: (٥/٤٨٩) والطحاوى: (٣٤١) والبغوى: (٥/١٦٦) عن:

يحيٰى بن سعيد الانصارى	ثقة	ولفظه عند الكل "فوقعت يدى على قدميه".
محمد بن ابراهيم التيمى	ثقة	
عائشة رضى اللّٰه عنها	ام المؤمنين	

الخلاصة: الحديث اصله صحيح فى صحيح مسلم: (١/٣٥٢) واحمد: (٦/٨٥، ٢٠١) وابوداؤد: (١/٥٤٧) والنسائى: (١/١٠٢) وابن عبد البر: (٢٣/٣٤٩) ومالك: (١/٢١٤) والترمذى: (٥/٤٨٩) والطحاوى: (٣٤١) والبغوى: (٥/١٦٦) وليس عندهم رصّ العقبين، فهذا شاذ كما ذكر الحاكم. واللّٰه اعلم (ملخص من رسالة "لا جديد فى احكام الصلوٰة")

(فتاویٰ دارالعلوم زکریا: ۲/۱۳۵-۱۳۶)

مطبوع: زمزم پبلشرز، کراچی

مذکورہ بالا محققین کی تصریحات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ رکوع وسجود میں دونوں قدموں اور ایڑیوں کو علیحدہ رکھنا ہی مسنون ہے۔ هٰذا هُو الحقُّ والحقُّ أحَقُّ أنْ يُتَّبَعَ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ العبد: اسماعیل گودھروی عفا اللہ عنہ
خادمِ فقہ دارالعلوم سعادتِ دارین ستپون، بھروچ، گجرات، الہند
۱۷؍صفر المظفر ۱۴۳۵ھ مطابق ۲۱؍دسمبر ۲۰۱۳ء بروز سنیچر

❁ ❁ ❁